ڈاکٹر حافظ محمود اختر

عہدِ عثمانؓ میں جمع قرآن

چند اعتراضات کا جائزہ

حضرت عثمان رضؓ نے جمع قرآن کا جو کارنامہ سر انجام دیا اس کی بنا پر امت نے آپ کو "جامع القرآن" کا دائمی خطاب دیا۔ اس سے امتِ مسلمہ کو ایسا مصحف ملا جس میں تمام کی تمام سات حروف (سبعہ احرف) ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔ لیکن بعض حلقوں نے قرآنِ مجید کے متن کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لیے آپؓ کے اس کارنامے کو غلط رنگ دیا، کئی ایک روایات، جن میں "جمع عثمان" کا ذکر ملتا ہے، کو غلط طور پر پیش کیا اور مفروضات کی ایک عمارت تعمیر کر ڈالی ہے، زیرِ نظر مضمون میں ہم حضرت عثمان رضؓ کے اس کارنامہ کے حوالے سے مندرجہ ذیل اشکالات پر روشنی ڈالیں گے۔

۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کام بلا جواز کیا۔ اس کے پس منظر میں ان کے سیاسی عزائم کارفرما تھے۔

۲۔ مستشرق بلاشر (BLACHERE) نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے ذاتی غرض سے اپنی اور دیگر مہاجرین کی اہمیت جتانے کے لیے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ [1]

۳۔ حضرت عثمان رضؓ نے اپنے مصحف کے علاوہ قرآنِ مجید کے باقی نسخے جلا دیئے۔ گویا قرآن کا بہت سا حصہ ضائع کر دیا گیا۔ [2]

۴۔ حضرت عثمان رضؓ نے جن لوگوں کو تدوین کمیٹی کا رکن بنایا، ان میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جو حضورؐ کے [illegible] ہوئے ماہرینِ قرآن میں سے ہو۔ [3]

۵۔ تدوین کمیٹی کے ارکان کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں ان ارکان کی تعداد بارہ اور بعض میں چار ہے۔ گویا یہ معاملہ ابہام کا شکار ہے۔ [4]

۶۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو حضرت عثمان رضؓ کی اس کارروائی سے اختلاف تھا۔ انہوں نے لوگوں کو اپنے مصاحف حکومت کے سپرد کرنے سے منع فرمایا۔ [5]

۷۔ حضرت عثمان رضؓ نے اگرچہ مسلمانوں کے اختلافات مٹانے کے لیے یہ کارروائی کی، لیکن یہ اختلافات ختم نہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ رضؓ کے بعد بھی لوگوں کے پاس ذاتی مصاحف موجود رہے۔ ۲۶

۸۔ جب حضرت عثمان رضؓ نے قرآنِ مجید کا ایک باضابطہ نسخہ تیار کروایا، اس وقت تک مسلمانوں میں قرآن مجید کے بارے میں بہت سے اختلافات پیدا ہو چکے تھے اور ان اختلافات کو ختم کرنا ممکن نہ تھا۔ ۲۷

۹۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قائم کردہ کمیٹی نے جب اپنا تیار کردہ نسخہ آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس میں اغلاط موجود ہیں اور اہلِ عرب اپنی زبان سے ان کی اصلاح کرلیں گے۔

یہاں ان روایات واشکالات کی وضاحت کی کوشش کی جائے گی۔

کیا حضرت عثمان رضؓ کی یہ کارروائی بلاجواز تھی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد میں جب قرآن مجید جمع ہو چکا تھا تو پھر آپ کو دوبارہ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

حقائق اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ کی یہ کارروائی بلاجواز تھی۔ تمام معتبر کتب حدیث میں وہ روایت موجود ہے جو حضرت عثمان رضؓ کی اس کارروائی کا سبب بنی۔ اس روایت کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے وہ روایت یہ ہے۔

عن ابن شھاب انّ انس بن مالك	ابن شہاب روایت کرتے ہیں، انس بن مالک رضؓ
حدّثه انّ حذیفة بن الیمان قدم	نے بیان فرمایا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان
علی عثمان وکان یغازی اھل الشام	آذربائیجان کی لڑائی کے بعد حضرت
فی فتح ارمینیة واذربیجان مع	عثمان رضؓ کے پاس آئے۔ انہیں قرآنِ مجید کی تلاوت
اھل العراق فافزع حذیفة	میں لوگوں کے اختلاف نے بہت پریشان کر دیا تھا
اختلافھم فی القراءة، فقال	انہوں نے حضرت عثمان رضؓ سے کہا! اے امیرالمومنین
حذیفة لعثمان، یا امیر المومنین	اس امت کی خبر لیجئے اس سے قبل کہ وہ
ادرك ھٰذہ الامة قبل ان یختلفوا	اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف
فی الکتاب اختلاف الیھود والنصاریٰ ۲۸	کرنے لگیں۔

یہ ایک طویل روایت ہے۔ اس جگہ اس کا صرف وہی حصہ نقل کیا گیا ہے جتنا مطلوب تھا۔ آئندہ چل کر باقی روایت بھی زیرِ بحث آئے گی۔ یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ اختلاف موجود تھا اور اس بات کی ضرورت تھی کہ اِس کا انسداد کیا جائے۔ اس اختلاف کے بارے میں ایک اور روایت ابن اشتہ نے

ایوب کے طریق پر ابو قلابہ رضؓ سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ بنو عامر کے ایک شخص انس بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضؓ کے عہد میں قرآن میں اس قدر اختلاف پیدا ہوگیا تھا کہ پڑھنے والے بچوں اور معلموں کے درمیان تلواریں نکل آئیں۔ حضرت عثمان رضؓ کو اس کی خبر ملی تو فرمایا کہ لوگ میرے سامنے ہی قرآن کو جھٹلانے اور اس میں غلطی کرنے لگے ہیں تو جو لوگ مجھ سے دور ہوں گے وہ ان لوگوں کی نسبت زیادہ جھٹلانے والے اور غلطی کرنے والے ہوں گے۔ اے اصحاب محمدؐ تم جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لیے ایک امام (قرآن کا ایک راہنما نسخہ) لکھو۔ ۱۱ھ

ایک اور روایت ہے کہ ایک قاری کے شاگرد دوسرے قاری کے شاگرد سے جھگڑتے۔ وہ کہتے کہ تم غلط پڑھتے ہو اور دوسرے پہلے کو غلط قرار دیتے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ۱۲ھ

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کام بلاجواز نہیں کیا بلکہ اس کی ضرورت موجود تھی۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس "اختلاف" سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اس ابتدائی دور میں ہی قرآنِ مجید کا متن اختلافات کا شکار ہو چکا تھا اور ہر کوئی اپنے اپنے انداز سے پڑھنے لگا تھا۔ اس اختلاف کی نوعیت مولانا تقی عثمانی کے الفاظ میں یوں ہے۔

حضرت عثمان رضؓ کے دور تک اسلام عرب و عجم میں پھیل چکا تھا۔ صحابہ کرام تبلیغِ دین کے سلسلے میں بلاد و امصار میں پھیل چکے تھے۔ صحابہ کرام رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قراءتوں میں قرآنِ مجید پڑھا تھا۔ ان حضرات نے اسی انداز سے قرآنِ مجید اپنے شاگردوں کو پڑھایا دور دراز کے لوگ اس حقیقت سے آگاہ نہ تھے کہ قرآنِ مجید کے بعض الفاظ ایک سے زیادہ طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تھی۔ اسی بنا پر لوگوں میں جھگڑے کھڑے ہونے لگے۔ ایک شخص اپنی قراءت کو درست اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دیتا۔ ان حالات میں اس بات کا خدشہ تھا کہ لوگ قرآن مجید کی متواتر قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ دوسرے حضرت زید بن ثابت رضؓ کے لکھے ہوئے نسخے کے سوا پورے عالم اسلام میں کوئی نسخہ نہ تھا جو پوری امت کے لیے حجت بن سکے۔ اس نسخے کے علاوہ باقی نسخے صحابہ کرامؓ کے ذاتی نسخے تھے۔ ان میں سات حروف کو یکجا کرنے کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ ہر کسی نے اپنی اپنی قراءت کے مطابق اپنا اپنا نسخہ تحریر کر رکھا تھا۔

اس طرح کے جھگڑوں کے تصفیہ کے لیے کوئی قابلِ اعتماد صورت یہی ہو سکتی تھی کہ ایسے نسخے عالم اسلام میں پھیلا دیئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہی کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جائے کہ کون سی

ت صحیح اور کون سی غلط ہے ۔ حضرت عثمان رضؓ نے یہی کارنامہ سرانجام دیا ۔ [١٣]

گویا یہ اختلاف قرآنِ مجید کے متن یا اس میں کمی بیشی کا نہیں تھا بلکہ قرآن مجید کے بعض الفاظ کی ادائیگی
ا اور اگر بنظرِ حقیقت دیکھا جائے تو یہ اختلاف، دراصل اختلاف تھا ہی نہیں ۔ قرآن کے بعض الفاظ ایک
، زیادہ طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تو خود اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی ۔ [١٤]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید کے جمع و تدوین کا کام حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہدِ خلافت
انجام پا چکا تھا تو حضرت عثمان رضؓ کے کام کی نوعیت کیا تھی ؟ علامہ جلال الدین سیوطی نے ابن تین اور
علماء کا نقطۂ نگاہ نقل کیا ہے کہ :

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ کے قرآنِ مجید جمع کرنے کا فرق یہ ہے کہ خلیفۂ اوّل نے یہ کام
خوف سے کیا تھا کہ کہیں حاملینِ قرآن کی موت کے ساتھ قرآن کا بھی کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ قرآن
وقت ایک جگہ اکٹھا نہیں تھا ۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کو صحیفوں میں اس ترتیب سے جمع کیا کہ ہر ایک سورت
آیات حضور اکرم صلعم کے حکم کے مطابق درج کر دیں اور حضرت عثمان رضؓ کے جمع کرنے کی یہ شکل تھی کہ جس
ت قرآن کی تلاوت کے انداز اور طریقہ میں اختلاف زیادہ ہو گیا اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ لوگ قرآن
اپنی زبان میں پڑھنے لگے، اور ظاہر ہے کہ عرب کی زبانیں بہت وسیع ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں
سے ہر ایک لہجے کے لوگ دوسرے لہجے والوں کو برسرِ عام غلط کہنے لگے اور بات بڑھ جانے اور مشکلات
ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا ۔ اس لیے حضرت عثمان رضؓ نے قرآن کو ایک ہی مصحف میں سورتوں کی ترتیب
ساتھ جمع کر دیا اور تمام عرب کی زبانوں کو چھوڑ کر محض قبیلہ قریش کی زبان پر اکتفا کر لیا ۔ اس سلسلے میں
ی دلیل یہ تھی کہ قرآن ، زبانِ قریش میں نازل ہوا ہے ۔ صرف ابتداء میں دقت سے بچنے کے لیے اس کی
ت قریش کے علاوہ دوسری زبانوں کے تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی ۔ حضرت عثمان رضؓ
ائے یہ تھی کہ جس ضرورت کے تحت یہ اجازت دی گئی تھی وہ ضرورت اب ختم ہو چکی ہے ۔ لہٰذا انہوں نے
ی کی قرآءت محض ایک ہی زبان میں منحصر کر دی ۔ [١٥]

اس سلسلے میں علامہ سیوطیؒ نے قاضی ابوبکر کا ایک بیان نقل کیا ہے ۔

حضرت عثمان رضؓ نے حضرت ابوبکر رضؓ کی طرح قرآن کو محض بین اللوحین ہی جمع کر دینے کا ارادہ نہیں فرمایا
ہوں نے تمام مسلمانوں کو ان معروف اور ثابت قرأتوں پر جمع کر دینے کا ارادہ کیا جو نبی اکرم صلعم سے منقول
آ رہی تھیں اور جس قدر قرأتیں اس کے علاوہ پیدا ہو گئی تھیں انہیں مٹا دینا چاہا ۔ [١٦]

علامہ سیوطیؒ نے حارث محاسبی کا نقطۂ نگاہ نقل کیا ہے کہ ۔

حضرت عثمانؓ نے تو یہ کیا کہ اپنے اور اپنے پاس موجود مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے لوگو(ں کو) ایک ہی قرارت پر آمادہ کر لیا۔ ۱۷

حضرت عثمانؓ نے درحقیقت ایک ایسا رسم الخط اختیار فرمایا جس میں ثابت شدہ تمام قرأتیں سما(سکیں)۔ گویا انہوں نے قرآن کے الفاظ و حروف کی تعداد، آیات و سور کی ترتیب و تعداد میں ایسی کوئی تبدیلی ن(ہ) کی جس سے قرآن کے متن میں کوئی کمی بیشی ہوئی ہو۔ ان کے رسم الخط میں نہ نقطے لگائے گئے نہ حرکات، مثلاً سورۃ البقرہ میں سرہا لکھا۔ تاکہ اسے نَنْشُزُہا اور نُنْشِرُہا، دونوں طرح پڑھا جا سکے۔ کیونکہ یہ دونوں قرا(تیں) درست ہیں۔ اِسی طرح سورۃ الحجرات میں فَتَبَيَّنُوا کو فَتَبَيَّنُوا بھی پڑھا گیا اور فَتَثَبَّتُوا بھی۔ حضرت عثما(نؓ) نے اسے "فىىىو" لکھا تاکہ دونوں طرح پڑھا جا سکے۔ ۱۸

اس طرح حضرت عثمانؓ کا مقصد "سات حروف" کو ختم کرنا نہ تھا بلکہ انہوں نے تو انہیں ہمیشہ (کے) لیے محفوظ کر لیا۔ یہ نقطۂ نگاہ علامہ ابن حزم نے الفصل فی الملل میں ۱۹ مولانا عبدالحق حقانی نے مقدمہ تف(سیر) حقانی میں ۲۰ علامہ زرقانی نے مناہل العرفان ۲۱ میں بیان کیا ہے آپ نے درحقیقت ایسا رسم (الخط) اختیار فرمایا کہ اس کی موجودگی میں تمام قرأتوں والے اپنے اپنے انداز کے مطابق پڑھ سکیں۔

علامہ جزری لکھتے ہیں۔

"فقہاء، قرآء اور متکلمین کی جماعتوں کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ عثمانی مصاحف ساتوں حروف پر مشتمل ہیں۔" ۲۲

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں۔

واما قول من قال ابطل الاحرف الستة فقد کذب من قال ذلك ولو فعل عثمان ذلك او اراده لخرج عن الاسلام ولما مطل ساعة بل الاحرف السبعة کلها موجودة عندنا قائمة کما کانت مثبوتة فی القرأت المشهورة الماثورة" ۲۳

رہا یہ قول کہ حضرت عثمانؓ نے "چھ حروف" کو منسوخ کر دیا تو جس نے یہ بات کہی ہے اس نے بالکل غلط کہا ہے۔ اگر آپؓ ایسا کرتے یا ایسا کرنے کا ارادہ کرتے تو ایک ساعت کے توقف کے بغیر اسلام سے خارج ہو جاتے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتوں کے سات حروف ہمارے پاس بعینہ موجود و مشہور اور قرأتوں میں محفوظ ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی، امام ابوالحسن علی اشعری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

واقعہ یہ ہے کہ ساتوں حروف ہماری موجودہ قرأت میں موجود ہیں [۲۴] علامہ زرکشی نے قاضی ابوبکر کا قول ل کیا ہے کہ۔

الصحیح ان ھٰذہ الاحرف السبعة	صحیح بات یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف
ظھرت واستفاضت عن رسول	حضور اکرم صلعم سے شہرت کے ساتھ منقول
اللہ صلعم وضبطھا عنہ الائمة	ہیں ائمہ نے انہیں محفوظ رکھا ہے اور حضرت
واثبتھا عثمان والصحابة فی	عثمانؓ اور صحابہ کرام نے انہیں مصحف
المصحف [۲۵]	میں باقی رکھا۔

ان حضراتِ گرامی کے علاوہ علامہ علی القاری [۲۶]، علامہ زرقانی [۲۷] شاہ ولی اللہ [۲۸]، علامہ انور شاہ یری [۲۹]، علامہ زاہد الکوثری [۳۰] نے اسی نقطۂ نگاہ کا اظہار کیا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، ابن جریر ے اس خیال کو کہ مصحفِ عثمانؓ میں "سات حروف" ختم کر دیئے گئے، درست تسلیم نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں راصل علامہ ابن جریر طبری پر "سبعہ احرف" کے صحیح معانی واضح نہیں ہو سکتے۔ [۳۱]

اس سلسلے میں علامہ زاہد الکوثری لکھتے ہیں۔

"بہت سے لوگوں نے ابن جریر طبری کے مقام سے متاثر ہو کر یہ رائے قائم کر لی ہے کہ اس وقت رآنِ مجید صرف ایک ہی حرف پر موجود ہے .... ابن جریر کی رائے نہایت سنگین اور خطرناک ہے"۔ [۳۲]

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآنِ مجید جلا ڈالا، اس بارے میں بعض لوگوں ے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ لیکن اسے ایک امر واقع بھی مان لیا جائے تو یہ کارروائی ت ناگزیر تھی۔ کیونکہ قرأت کے اختلاف کی بنیاد پر لوگ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے اور ایک دوسرے کافر قرار دے رہے تھے اگر سرکاری اور متفقہ نسخے کے علاوہ باقی نسخے باقی رکھے جاتے تو حضرت عثمانؓ کی ساری نت ضائع ہو جاتی اور لوگ اسی طرح اختلافات کا شکار رہتے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس نسخے کو متفقہ خے کے طور پر متعارف کروایا جاتا جو باقی نسخوں کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔ پھر یہ کہ اس کارروائی سے قرآنِ مجید کے ب شوشے پر بھی کوئی اثر نہیں پڑا اس لیے کہ قرآنِ مجید لوگوں کے سینوں میں موجود تھا۔ اس صورت میں کسی ز کے ضائع ہونے کا امکان نہیں ہو سکتا تھا۔

اگر آپ کا مقصد یہی ہوتا کہ آپ کے نسخہ کو چیلنج سے بچایا جائے تو آپ کبھی بھی حضرت حفصہؓ کا نسخہ ہیں واپس نہ کرتے اور یہ سرکاری تحویل میں آ جاتا۔ حضرت حفصہؓ کی کوئی سرکاری حیثیت نہ تھی۔ اس بات کا راز موجود تھا کہ آپ امت کے اجتماعی مفاد کا حوالہ دے کر اس نسخہ کو اپنے ہی پاس رکھ لیتے یہ نسخہ ۵۴ ہجری

سے لے کر ۶۴ یا ۶۵ ہجری تک موجود رہا۔

اس نسخے کی موجودگی میں حضرت حفصہؓ اور دیگر حفاظ کرام کسی بھی طرح کا تصرف برداشت نہیں کر۔ تھے۔ اس پورے عرصے میں ہمیں کہیں سے بھی ایک آواز بلند ہوتی ہوئی سنائی نہیں دیتی کہ حضرت عثمانؓ نے مجید کے نسخے جلا دیئے۔

یہ بات عملاً بھی ناممکن تھی کہ حضرت عثمانؓ کی پولیس آناً فاناً پوری مملکت میں حرکت میں آگئی ہو او تے تمام لوگوں سے جبراً قرآن مجید برآمد کروا کے جلا دیئے ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ ایسا ہوا اور نہ ایسا ممکن باقی مصاحف کے جلا دیئے جانے کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے علامہ زرکشی لکھتے ہیں۔

واما تعلق الروافض بأنّ عثمان احرق المصاحف فانه جهل منهم وعمى فانّ هذا من فضائله وعلمه، فانه اصلح ولمّ الشعث وكان ذالك واجباً عليه، ولو تركه لعصى، لما فيه من التضييع وحاشاه من ذالك۔

جہاں تک روافض کی اس بات کا تعلق ہے کہ حضرۃ عثمانؓ نے مصاحف کو جلا دیا تھا تو یہ انکی جہالت اور اندھاپن (حقائق سے آنکھیں بند کرلینا) ہے یہ تو ان کے فضائل اور علم میں شمار ہوتا ہے بے شک انہوں نے یہ اچھا کارنامہ انجام دیا کہ بگاڑ کی اصلاح کردی اور یہ کام (بحیثیت خلیفہ) ان پر لازم تھا۔ اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو یہ غلط کام ہوتا۔ کیونکہ (اس صورتِ حال میں) قرآنِ مجید کے ضائع ہو جانے کا خدشہ تھا اور وہ اس سے بچنا چاہتے تھے۔

واما قولهم: انه احرق المصاحف، فانه غير ثابت ولو ثبت لوجب حمله على انه احرق مصاحف قد اودعت مالا يحل قراءته وفي الجملة انه امام عدل غير معاند ولا طاغ في التنزيل، ولم يحرق الا ما يجب احراقه ولهذا لم ينكر عليه ذالك، بل رضوه وعدّوه

اور ان کا یہ قول کہ حضرت عثمانؓ نے قرآنی مصاحف جلا ڈالے تھے، ثابت نہیں ہے اور اگر یہ ثابت ہو بھی جائے تب بھی ہم اس فعل کو اسی پر محمول کریں گے کہ انہوں نے ان ہی مصاحف کو جلایا جن میں ایسی قرأتیں موجود تھیں جن کا پڑھنا جائز نہ تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت عثمانؓ امام عادل تھے، حق یا قرآن کے مخالف نہ تھے اور تنزیل کے بھی مخالف نہ تھے۔ انہوں

من مناقبه، حتى قال علیؓ، لو ولیت ما ولی عثمان لعملت بالمصاحف ما عمل۔

نے اسی چیز کو جلایا جس کا جلانا ان پر واجب تھا۔ اسی لیے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کے ساتھ اس سلسلے میں سب متفق ہوئے اور جمع قرآن کو سب نے ان کے مناقب میں شمار کیا۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر مجھے عثمان کی طرح والی بنایا جاتا تو مصاحف میں وہی کچھ کرتا جو عثمان نے کیا۔

جہاں تک جمع قرآن کمیٹی کے ارکان کی تعداد میں فرق والی روایات کا تعلق ہے، ان میں ابن ابی داؤد کی بیان کردہ ایک روایت میں ارکان کی تعداد بارہ[۳۳] اور بخاری کی روایت کے مطابق چار ہے۔[۳۴] بعض مستشرقین نے بھی اس اختلاف کو اچھالا ہے اور حضرت عثمانؓ کی جمع قرآن کی کارروائی کو انہوں نے متنِ قرآن کو مشکوک بنانے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔[۳۵]

جب ہم ابن ابی داؤدؒ کی بیان کردہ روایات کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے اس موضوع سے متعلق تمام روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے انہیں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ ان روایات میں کونسی روایت غلط ہے کون سی ضعیف اور کون سی معتبر۔ چنانچہ وہ ایک طرف اگر بارہ رکنی کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی دو رکنی کمیٹی کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں۔ "عجیب بات ہے کہ ابن ابی داؤد ایک ہی مسئلہ کے بارے میں مختلف روایات نقل کرنے کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان میں واضح طور پر تضاد ہی کیوں نہ پایا جاتا ہو"[۳۶]

اس کے علاوہ یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ بخاری شریف، قرآنِ مجید کے بعد معتبر ترین کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ وہ کتب احادیث کے طبقات میں طبقہ اوّل میں سرفہرست ہے۔ جب کہ ابن ابی داؤد کی "کتاب المصاحف" تیسرے یا چوتھے درجہ کی کتاب ہے۔ ابن ابی داؤد بطور محدث اور ان کی کتاب (بطور) وہ مقام نہیں رکھتے جو بخاری اور ان کی الجامع الصحیح کو حاصل ہے۔ اس لیے عقلی اور اصولی طور پر بخاری کی روایت زیادہ معتبر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ان متناقض روایات کا جائزہ لیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر یہ کام چار اصحابؓ کے ہی سپرد تھا لیکن دیگر صحابہ کرامؓ کو ان کی مدد پر مامور کیا گیا تھا۔ ان اصحابؓ میں حضرات ابی ابن کعبؓ، کثیر بن افلح، مالک بن ابی عامر، انس بن مالک اور ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔[۳۷]

حضرت عثمانؓ نے اس کام کے شروع کرنے سے پہلے اکابر صحابہؓ کو جمع فرمایا اور ان سے مشورہ کیا۔ "مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بعض لوگ ایک دوسرے کو اس قسم کی باتیں کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے اور یہ بات کفر کی حد تک پہنچ سکتی ہے لہٰذا اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے ان سے پوچھا، آپ نے کیا سوچا ہے؟ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف و انتشار پیش نہ آئے۔ صحابہ کرامؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور حضرت عثمانؓ کی تائید کی۔" ۳۸

حضرت عثمانؓ والے نسخہ پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہوا تھا۔ علامہ مقری اپنی کتاب نفح الطیب میں لکھتے ہیں۔

ھذا ما جمع علیہ جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم زید بن ثابت و عبداللہ بن زبیر و سعید بن العاص ۳۹	یہ وہ مصحف ہے جس پر اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت نے اجماع فرمایا تھا۔ ان صحابہ کرامؓ میں زید بن ثابت عبداللہ بن زبیر اور سعید بن العاص ہیں۔ ۳۹

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ایک مصحف تیار کیا گیا۔ اس میں شاذ قراتوں کو چھوڑ دیا گیا صرف متواتر قرأتوں کو لیا گیا اور قبائلِ عرب کی سات زبانوں میں سے جن پر قرآن نازل کیا گیا تھا۔ ایک لغتِ قریش کو (رسم الخط میں) اختیار کر لیا گیا اور باقی لغات کے مصاحف ترک کر دیئے گئے۔

ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف میں یہ روایت موجود ہے کہ

حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت عثمانؓ کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کوئی بات نہ کہو۔ کیونکہ مصاحف کے بارے میں انہوں نے جو کیا وہ ہماری موجودگی میں کیا۔ انہوں نے ہم سب سے مشورہ کیا کہ ان قرأتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے۔ حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو کفر کے قریب تک پہنچتی ہے۔ اس پر ہم نے ان سے کہا کہ پھر آپ کی رائے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی افتراق و اختلاف باقی نہ رہے۔ ہم سب نے کہا آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی۔ ۴۰

سطورِ سابقہ میں جو حقائق پیش کیے گئے ہیں ان سے یہ باتیں واضح ہو رہی ہیں کہ

۱۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں جو کارروائی ہوئی وہ بلاجواز نہ تھی۔ اس کی ضرورت دینی اعتبار سے بھی تھی اور عقل اور منطق بھی اس کی متقاضی تھی۔

یہ کام آپ نے صرف اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ صحابہ رضؓ کا مشورہ بھی اس میں شامل تھا۔

جس چیز کو اختلاف کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت دراصل اسی قدر تھی کہ کچھ الفاظ کی ادائیگی میں فرق دیتھا۔ اس کے علاوہ قرآنِ مجید کے متن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مولانا تقی عثمانی، مستدرک حاکم کے ے سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے جو نسخہ تیار کروایا تھا اس میں سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورت ے الگ لکھی ہوئی تھی۔ اب حضرت عثمان کے دور میں ترتیب توقیفی کی بنیاد پر انہیں ترتیب دے کر ے مصحف میں یکجا کر دیا گیا۔ ۴۲؎

حضرت عثمان رضؓ کے جمع کردہ قرآن مجید میں ایسا رسم الخط اپنایا گیا تھا جس میں تمام منسوب تک ہے۔

۳۔ حضرت علی رضؓ کا دورِ حکومت مصحف عثمانی کی ترتیب کے بعد ہے۔ سربراہ مملکت ہونے، حافظِ قرآن نے اور محافظِ دین (خلیفہ) ہونے کے ناطے آپ پر فرضِ عین تھا کہ آپ تحریف شدہ مقامات کی ح فرماتے جب کہ ایسا نہیں ہوا۔

آپ کا خاموش رہنا ایک دینی جرم ہوتا۔ کیا کوئی ادنیٰ مسلمان بھی اس کا تصور کر سکتا ہے کہ اس مرتبہ ہ پر فائز ہوتے ہوئے آپ نے قرآنِ مجید کے بارے میں چشم پوشی سے کام لیا۔ ان تمام باتوں کے بالمقابل نے نہ صرف کسی قسم کی تحریف کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ آپ نے وہی قرآن امت کو دیا جو حضرت عثمان رضؓ نے مرتب یا تھا۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضؓ... پونے چھ برس تک برسرِ اقتدار رہے۔ ان کا حکم چلتا تھا۔ ان پر کیا دباؤ تھا کہ انہوں صل قرآن جاری نہیں فرمایا۔ امام حسن کو بھی خلافت ملی۔ وہ بھی امام معصوم سمجھے گئے ہیں۔ ان سب ں کے باوجود کسی کو یہ کس طرح جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسی بات کہے... قرآن میں کوئی حرف زائد یا کم یا تبدیل ا ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں جبکہ قرآن میں تبدیلی کی وجہ سے ان حضرات پر جہاد، اہل شام سے لڑائی سے دہ اہم اور ضروری تھا ۴۳؎

علامہ موصوف اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان رضؓ ایسے وقت میں ہوئے ہیں کہ تمام جزیرۃ العرب مسلمانوں، قرآنِ مجید کے نسخوں، مساجد قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ قرآء حضرات بچوں بڑوں اور دور و نزدیک کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے ے۔ یمن جو ایک وسیع علاقہ تھا، بحرین، عمان جن کی آبادی وسیع اور متعدد دیہاتوں اور شہروں پر مشتمل تھی

مکہ طائف، مدینہ، شام، جزیرہ، مصر، کوفہ، بصرہ، ان تمام مقامات پر قرآن کے اس قدر نسخے اور قاری موجود کہ ان کا شمار اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا۔ اگر حضرت عثمانؓ اس طرح کا ارادہ کرتے، جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں تو بھی وہ ایسا کرنے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتے تھے...... قرآنِ مجید کے لاتعداد نسخوں کو ختم سکنے کی بات تو بہت بڑی ہے اگر کوئی نابغہ یا زہیر کے شعر میں کوئی کلمہ گھٹانا بڑھانا چاہے تو جائز اور ثابت شدہ قرائتیں سما سکیں [۴۳]

اس کے علاوہ اب تک قرآنِ مجید کا مکمل معیاری نسخہ جو پوری امت کی اجتماعی تصدیق سے مرتب کیا گیا ہو، صرف ایک تھا۔ اب ایک سے زیادہ نقلیں کی گئیں۔ جو مکہ مکرمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ کو بھیجی گئیں اور ایک نسخہ مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا [۴۴]

اس مصحف کی تیاری کے وقت نہ صرف یہ کہ حضرت حفصہؓ والے نسخہ کی ہو بہو نقل تیار کی گئی بلکہ مزید احتیاط کے لیے وہی طریقہ اپنایا گیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنایا تھا، کہ عہدِ نبوی کی متفرق تحریریں طلب کی گئیں اور ان کا نئے مصحف سے ازسرِ نو مقابلہ کیا گیا۔ حضرت زیدؓ نے اس وقت تک کوئی آیت نہ لکھی جب تک کہ وہ ان تحریروں میں بھی نہیں مل گئیں [۴۵]

ان تمام احتیاطی تدابیر کی روشنی میں حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ مصحف کی صحت کے بارے میں کسی بدگمانی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

بعض حلقوں کی جانب سے یہ نقطۂ نگاہ اختیار کیا گیا ہے کہ

حضرت عثمانؓ نے قرآنِ مجید سے وہ تمام حصے نکال دیئے جن میں اہل بیت اور حضرت علیؓ کے مناقب و فضائل بیان کیے گئے تھے۔ [۴۶]

حضرت عثمانؓ کی جمع قرآن کی کارروائی کے بارے میں حضرت علیؓ کا نقطۂ نگاہ ابن ابی داؤد کے کتاب المصاحف کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت علیؓ کا وہ تفصیلی بیان بھی نقل کیا ہے جس سے در مصحف عثمانؓ کے بارے میں حضرت علیؓ کے نقطۂ نگاہ کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے [۴۷]

اس نقطۂ نگاہ کے سلسلہ میں درج ذیل نکات بھی غور طلب ہیں۔

۱۔ کیا حضرت علیؓ کے سامنے قرآنِ مجید میں تبدیلی اور کمی کر دی گئی اور آپؓ نے اس سلسلے میں کوئی احتجاج نہ کیا بلکہ خاموش رہے۔

(جاری ہے)

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں کی ضرورت

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں کی خالی آسامیوں کو پُر کرنے کے لئے مطلوبہ قابلیت کے حامل حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

مطلوبہ قابلیت

ا۔ افواجِ پاکستان کے لئے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فراغت کی سند۔
ب۔ پاکستان کے کسی بورڈ سے کم از کم میٹرک کی سند۔
ج۔ روزمرہ امور کے متعلق عربی بول چال میں مہارت، قرأت اور حفظ اضافی قابلیت تصور کی جائے گی۔

عُمر

یکم اکتوبر ۱۹۹۶ء کو ۲۰ سال سے کم اور ۲۸ سال سے زائد نہ ہو۔

عہدہ اور تنخواہ

ملازمت کے لئے منتخب اُمیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائے گا۔ فوجی وردی کی بجائے منظور شدہ شہری لباس فوج کی طرف سے مُفت مہیا کیا جائے گا۔ فوج کے دیگر جونیئر کمیشنڈ افسروں کی طرح اگلے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔

الاؤنسز و دیگر مراعات:

وہ تمام الاؤنسز و مراعات جو فوج کے جے سی او صاحبان کو حاصل ہیں، انہیں بھی حاصل ہونگی۔ مثلاً ذات کے لئے مفت راشن، مفت رہائش (جہاں مہیا ہو ورنہ کوارٹر الاؤنس) اپنے اور بیوی بچّوں کیلئے مفت طبّی سہولت، سفر کی مراعات، پنشن، گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ۔

ملازمت کی جگہ:

پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی جگہ۔

تربیت:

منتخب اُمیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت دی جائے گی۔

طریق انتخاب:

ا۔ مختلف مقامات پر ابتدائی تحریری امتحان۔ ب۔ انٹرویو۔ ج۔ طبّی معائنہ

درخواستیں مجوزہ فارم پر اصل اسناد کی تصدیق شدہ نقول کے ہمراہ شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹوریٹ آئی جی ٹی اینڈ ای برانچ جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی میں ۱۵ جولائی ۱۹۹۶ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔
درخواستوں کے فارم مذکورہ شعبہ دینی تعلیمات سے ۲½ روپے کا جوابی ڈاک لفافہ بھیج کر حاصل کئے جاسکتے ہیں

فارم طلب کرتے وقت اپنی قابلیت اور سند الفراغ کے بارے میں پوری معلومات لکھیں۔

پاکستان آرمی

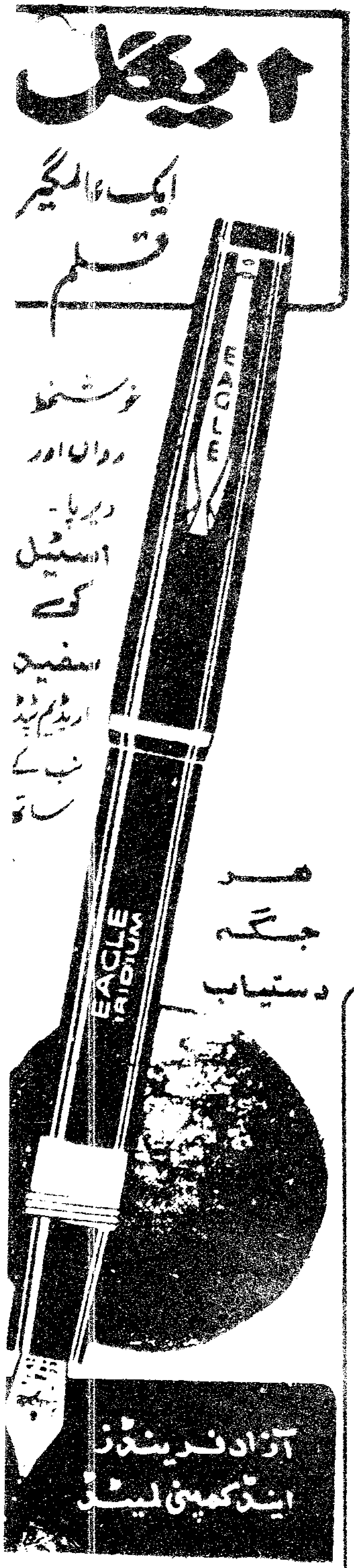

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آرام